آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت داعی امن عالم-اسوہ حسنہ

*ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب

Honly Prophet was the messenger of peace and love. He was the Prophet of Islam, which is a religion of peace itself. The Quran declared Holy Prophet as "Rehmat-ul-lil-Aalamin", for all the beings'. Holy Prophet established peace in the society in the time of war and otherwise. His main objective was to remove Evil and spread peace. He established peace in both internal and external affairs. At the time when there was bloodshed and chaos everywhere in the world, Holy Prophet gave the message of love. Even for Jihad he laid down rules for the respect of elderly and safety of children, women, crops and trees as well. His main objective was to establish peace in the land. Today we could use those teachings to achieve peace in this world to erase hatred, envy, terrorism, injustice, so that we could continue the mission of the Holy Prophet peace be upon him.

تعارف:

اسلام مسلمانوں کے کسی رویہ کا نام نہیں ہے، اسلام ایک اصولی مسلک کا نام ہے، وہ کسی قوم کے قومی طرز عمل کا نام نہیں، مسلمانوں کے عمل کو اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی قرآنی ونبوی تعلیمات سے جانچا جائے گا نہ کہ اسلام کو مسلمانوں کے عمل سے جانچا جائے گا، اسلام صرف اور صرف پیغمبر اسلام کی تعلیمات اور آپ کے نمونہ حیات کا نام ہے اور پیغمبر اسلام امن کے پیغمبر تھے وہ جنگ کے پیغمبر نہیں تھے اسی لئے قرآن میں آپ کو رحمتہ العالمین کہا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے تم کو ساری دنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے "وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین"۔(1)

حضرت علی ابن ابی طالبؓ پیغمبر اسلام ﷺ کے داماد تھے، ان کے یہاں پہلا بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام حرب تجویز کیا، عرب ایک جنگجو قوم تھے چنانچہ وہ جنگی ناموں کو پسند کرتے تھے، لیکن پیغمبر اسلام کو معلوم ہوا تو آپ نے حرب کا نام پسند نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ اس کی بجائے تم بچے کا نام حسن رکھو۔(2)

اس سے ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کا مزاج معلوم ہوتا ہے کہ آپ مکمل طور پر ایک امن پسند انسان تھے آپ

* ڈائریکٹر، اسلامک ریسرچ سنٹر، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

کی امن پسندی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آپ حرب جیسا لفظ سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے آپ تشدد پر نہیں بلکہ حسن اخلاق پر یقین رکھتے تھے۔

زین بن مہلہل نجد میں بعثت نبوی ﷺ سے پہلے پیدا ہوئے وہ شاعر تھے، اسی کے ساتھ انہوں نے شمشیر زنی اور گھوڑے کی سواری میں بھی شہرت حاصل کی، چنانچہ وہ زید الخیل کے نام سے معروف تھے، خیل عربی زبان میں گھوڑے نیز گھڑ سوار کو کہتے ہیں۔ یہ ہجرت کے بعد مدینہ آکر رسول اللہ ﷺ سے ملے اور اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ نے زید الخیل کا نام پسند نہیں کیا، آپ نے ان کا نام بدل کر زید الخیر رکھ دیا، 59ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(3)

جنگ بدر کے موقع پر کفار مکہ کے شکست کھانے کے بعد تقریباً ستر قیدی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے، آپ ﷺ نے ان قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تمام لوگ ہمارے رشتہ دار اور اقرباء ہیں، ان کے ساتھ احسان اور محبت کا رویہ رکھتے ہوئے، ان تمام کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، مال سے ہم حربی طور پر خود کو مضبوط کریں گے اور ان پر احسان کے رویہ سے یہ لوگ خوش ہو کر مسلمان ہو جائیں گے اور مستقبل میں ہمارے دست و بازو بنیں گے۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ بن خطاب نے رائے دی کہ!

یا رسول اللہ ﷺ یہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس اسلام کے دشمن ہیں، ان کی عددی قوت کو ختم کرنے کیلئے ان تمام کو قتل کر دیا جائے اور قربت داری اور رشتہ داری کی بنیاد اسلام پر رکھنے کیلئے جو قیدی جس مسلمان کا رشتہ دار ہو وہ اسے قتل کرے تاکہ واضح ہو جائے کہ باقی رہ جانے والا اصل رشتہ اسلام اور دین ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے دونوں کی آراء اور دلائل سنے لیکن آپ نے اپنی رحم بھری اور عفو پسند طبیعت کی وجہ سے اول الذکر رائے کو ترجیح دی اور اس کے مطابق عمل کیا۔(4)

کچھ دنوں بعد حضرت عمرؓ مسجد نبوی گئے تو دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں رو رہے ہیں تو انہوں نے جب رونے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا قیدیوں کے بارے میں رحم بھری رائے کے مطابق فیصلہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال آیت نمبر 68-67 بطور عتاب نازل فرمائی ہے۔(5)

مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت کعبہ میں 360 بت نصب تھے، اگر آپ انقلاب

کا نعرہ لگاتے ہوئے کعبہ کی تطہیر سے اپنی مہم کا آغاز کرتے تو یہ آپ کے لئے مشکل انتخاب ہوتا، اس لئے آپ نے انتہاء پسندی کو ترک کر کے اعتدال پسندی کی راہ اختیار کی اور دلوں کی تطہیر سے اپنے کام کا آغاز فرمایا، چنانچہ قرآن میں پہلی آیت یہ اتاری گئی کہ **اقراء باسم ربک الذی خلق** گویا کہ **طهر الکعبة من الاصنام** کے بجائے آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ **طهر القلوب من الاصنام**۔ علم کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو بتوں کی محبت سے پاک کریں۔

عرب میں بدامنی کا پس منظر:

وذالک لانهم کانوا یکرهون ان تتوالی علیهم ثلاثه اشهر لا تمکنهم الاغارة فیها لان معاشهم کان من الاغارة (جلد ۱، ص ۲)

''یہ اس لئے کہ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ تین مہینے متصل ان پر غارت گری کے بغیر گزر جائیں، کیونکہ غارت گری ہی ان کا ذریعہ معاش تھا''۔

بہت سے جرائم پیشہ قبائل کے ذریعہ معاش کے لئے یہی موسم بہار تھا مکہ کے آس پاس اسلم وغفار وغیرہ قبائل آباد تھے جو حاجیوں کا اسباب چرانے میں بدنام تھے۔(6) طے نہایت ممتاز اور نامور قبیلہ تھا، لیکن وزدان طے بھی اپنی شہرت میں اُن سے کم نہ تھے۔(7) سلیک ابن السلکہ اور تابط شراعرب کے مشہور شاعر تھے لیکن ان کی شاعری کا تمام تر سرمایہ صرف اپنی چوری اور حیلہ گری کے پُرفخر کارنامے تھے۔ ملک میں اضطراب اور بدامنی کا یہ حال تھا کہ عبدالقیس (جو بحرین کا ایک طاقت ور قبیلہ تھا)، 5ھ تک مصری قبائل کے ڈر سے اشہر حرم کے سوا اور مہینوں میں حجاز کا رخ نہیں کر سکتا تھا۔(8) فتح مکہ کے بعد بھی جب ملک میں سکون شروع ہو چکا تھا، مدینہ سے مکہ تک سفر خطرناک تھا اور اب بھی لوگ ڈاکے ڈالتے رہتے تھے۔(9) ہجرت کے پانچ چھ برس کے بعد بھی شام کے تجارتی قافلے دن دہاڑے لوٹ لئے جاتے تھے۔(10) یہاں تک کہ کبھی کبھی خود دارالاسلام کے چراگاہوں میں بھی چھاپے مارے (11) جاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب لوگوں کو ملک کے امن وامان کی بشارت دیتے تھے کہ ایک زمانہ آئے گا جب حیرہ سے ایک خاتون محمل نشین تنہا سفر کرے گی اور اللہ کے سوا کسی کا اس کو خوف نہ ہوگا۔(12) تو لوگوں کو تعجب آتا تھا۔ 9ھ میں ایک شخص نے آ کر شکایت کی کہ میرا مال ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''عنقریب وہ زمانہ آئے گا جب مکہ کو قافلہ بے نگہبان جایا کرے گا''۔(13) اتنے بڑے ملک میں صرف حرم کی سرزمین ایسی تھی جہاں لوگوں کو اطمینان میسر آ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل مکہ پر اپنا سب سے بڑا احسان یہی جتایا

ہے۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِo الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍo (14)

''ان کو چاہئے کہ اُس گھر کے اس مالک کی عبادت کریں جس نے اُن کو بھوک میں کھانا دیا اور بدامنی کو دور کر کے ان کو امن بخشا''۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ط (15)

''کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ایک امن والا حرم ان کے لئے بنایا اس کے باہر بدامنی کا یہ عالم ہے کہ اس کے چاروں طرف سے آدمی اچک لئے جاتے ہیں''۔

خود اسلام کا کیا حال تھا؟ آنحضرت ﷺ عام الحزن کے بعد تین برس تک متصل تمام قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے رہے کہ مجھے امان میں لے کر صرف اتنا موقعہ دلا دو کہ اللہ کی آواز لوگوں تک پہنچا سکوں لیکن کوئی حامی نہیں بھرتا تھا، تمام مسلمان عرب کی فضا میں سانس تک نہیں لے سکتے تھے۔ تلاش امن کے لئے افریقہ وحبش کے ریگستانوں میں مارے مارے پھرتے تھے جو عرب میں رہ گئے وہ ہدفِ مظالمِ گوناگوں تھے۔

تمام انسانیت کے لئے داعی امن:

قرآن پاک نے آپ ﷺ کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دی اور کہا:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (16)

''اور لوگوں سے اچھی بات کہو''۔

لوگوں سے اچھی بات کہنا اور اچھائی سے پیش آنا، انسانیت کا فرض ہے، جس میں کسی دین و مذہب کی تخصیص نہیں، دین و مذہب اور نسل وقومیت کا اختلاف اس منصفانہ برتاؤ سے باز نہ رکھے، اس لئے ارشاد ہوا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (17)

''اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل اور انصاف نہ کرو، عدل اور انصاف (ہر حال میں) کرو کہ یہ بات تقویٰ کے قریب ہے''۔

ہر قسم کا برا سلوک اور بے رحمانہ برتاؤ جو ایک انسان دوسرے انسان، اور ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ کرتی ہے، اس کا اصل سبب یہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے حق میں عدل سے کام نہیں لیتا، بلکہ اس پر ظلم اور

بے انصافی کے لئے آمادہ رہتا ہے، یہ آیت پاک انسان کے اسی مادہ فاسد کے سرچشمہ کو بند کرتی ہے۔

ابو ہریرہؓ اور انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تباغضو ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباداللہ اخواناً (18)

''آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، اور سب ملک کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن جاؤ''۔

بعض روایتوں میں الفاظ یہ ہیں:

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباداللہ اخوانا (19)

''ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد کرو، اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ''۔

اس حدیث پاک میں انسانی برادری کا وہ نقشہ کھینچا گیا ہے، جس پر سچائی سے عمل کیا جائے، تو یہ شر اور فساد سے بھری ہوئی دنیا دفعۃً جنت بن جائے، فرمایا:

من لا یرحم لا یرحم (20)

''جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔

جو بندوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ رحم نہیں کرتا، یا یہ کہ جو دوسرے پر رحم نہیں کرتا دوسرا بھی اس پر رحم نہیں کرے گا، مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا''۔(21) یہ حدیث رحمۃ اللعالمین کی تعلیم کی شان رحمت کو کتنی عمومیت کے ساتھ ظاہر کرتی ہے، ایک اور موقع پر ارشاد ہوا کہ ''جو مسلمان کوئی درخت لگائے گا اس سے جو انسان یا پرندہ بھی کچھ کھائے گا، اس کا ثواب اس لگانے والے کو ملے گا''۔ اس فیض کے عموم میں انسانیت کی قید بھی نہیں ہے، ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کا قصہ بیان کیا جس نے ایک جانور کے ساتھ نیک سلوک کیا تھا، کہ اس کو اس کے اس کام پر ثواب ملا، صحابہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول کہ کیا جانوروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں ثواب ہے، فرمایا ہر تر جگر کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں ثواب ہے، یعنی ہر اس ہستی کے ساتھ جس میں زندگی کی تری ہے نیک سلوک کرنے میں ثواب ہے۔(22) اس ثواب کے دائرہ میں ہر وہ ہستی شریک ہے جو زندگی سے بہرہ ور ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ امن وسلامتی کا سلوک:

رسول اکرم ﷺ نے امن وسلامتی قائم کرنے کے لئے اخلاق حسنہ کی وہ تعلیم دی، جس پر ہر خوش نصیب سے عمل ممکن ہے، اور اللہ کے بندوں نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے، یعنی دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک کرو، برا چاہنے والوں کے ساتھ بھلائی کرو، جو تم کو بددعائیں دیں، ان کو دعا دو، جو تمہارا قصور کریں، ان کو معاف کرو، اور جو تم پر ظلم کریں، ان کے ساتھ انصاف کرو، فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ o (23)

''اے ایمان والو! اللہ کے لئے کھڑے ہو جایا کرو، انصاف کے ساتھ گواہ بن کر، اور کسی قوم کی دشمنی تم کو عدل وانصاف کرنے سے باز نہ رکھے، انصاف کرو، کہ انصاف کرنا پرہیزگاری سے بہت نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرو کہ اس کو تمہارے کاموں کی خبر ہے''۔

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ o وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ o وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (24) o

''اور بھلائی اور برائی برابر نہیں، برائی کو بھلائی سے دفع کرو، تو دفعۃً وہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے، رشتہ دار دوست کے مانند ہو جائے گا، اور اس پر عمل کی توفیق انہی کو ہوتی ہے، جو صبر کرتے ہیں، اور انہی کو یہ سعادت ملتی ہے، جو بڑی قسمت والے ہیں، اور اگر شیطان تم کو اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو کہ وہ سننے والا جاننے والا ہے''۔

1۔ اس آیت پاک میں شروع ہی میں امن وسلامتی کے کچھ بنیادی اصول بتا دیئے گئے ہیں کہ بھلائی اور برائی برابر نہیں، ان دونوں کا فرق بالکل نمایاں ہے۔

2۔ اس آیت پاک میں جس نیکی اور حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، وہ ان لوگوں کے ساتھ کرنے کی ہے جو تمہارے دشمن ہیں، کیونکہ اس کے بعد ہی تمہارے اس نیک طرز عمل سے تمہارا دشمن تمہارا دوست بن جائے گا۔

3۔ دشمن کے ساتھ اس نیکی کرنے کو صبر کا انتہائی درجہ کہا گیا، اور اس کو عظیم الشان خوش قسمتی سے تعبیر کیا گیا

ہے، اس سے اندازہ ہوگا کہ اخلاق محمدیؐ کے صحیفہ میں اس کا کیا درجہ ہے؟

4۔ دشمن کے ساتھ برائی کرنے کو اس میں شیطانی تحریک بتایا گیا ہے، اور اس سے خوش قسمت مسلمانوں کو اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت ابن عباسؓ جو صحابہ میں بڑے مفسر ہیں، اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیظ وغضب کی حالت میں صبر کا اور کسی کی برائی کرنے پر حلم اور عفو ودرگزر کرنے کا حکم دیا ہے، وہ ایسا کریں گے، تو اللہ ان کو شیطان کے پنجہ سے چھڑائے گا، اوران کا دشمن بھی دوست کی طرح ان کے آگے سر جھکا دے گا''۔(25)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے گالی دی، وہ سن کر چپ رہے، اس نے دوبارہ وہی حرکت کی، وہ پھر بھی چپ رہے، اس نے پھر تیسری دفعہ بدزبانی کی، تو وہ چپ نہ رہ سکے، اور کچھ بول اٹھے، یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ فوراً اٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا آپؐ مجھ سے خفا ہوئے، فرمایا ''اے ابوبکر جب تک تم چپ تھے، اللہ کا فرشتہ تماری طرف سے کھڑا تھا، جب تم نے جواب دیا وہ ہٹ گیا''۔(26)

آپ ﷺ نے فرمایا ''صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ صلہ رحمی کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، بلکہ یہ ہے کہ جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو''۔(27) یعنی دوستوں کے ساتھ دوستی کوئی بات نہیں، بلکہ دشمنوں! کے ساتھ دوستی اصلی خوبی ہے۔

ایک دفعہ ایک اعرابی نے خدمت نبوی میں آکر عرض کی، یارسول اللہ مجھے وہ بات بتایئے، جس کے کرنے سے جنت مل جائے، آپ ﷺ نے اس کو چند باتیں بتائیں، منجملہ ان کے فرمایا، ''ظالم رشتہ دار پر اپنی عنایتوں کی بارش کرو''۔(28)

اسلام کی نظر میں کافر ومشرک سے بڑھ کر تو کوئی دین اسلام کا دشمن نہیں ہوسکتا، لیکن دیکھو قرآن پاک مسلمانوں کو اپنے ایسے دشمنوں کے ساتھ بھی عفو ودرگزر کی کیسی صریح تعلیم دیتا ہے:

قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا م بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ o (29)

''(اے پیغمبر!) مسلمانوں سے کہہ دے کہ ان کو جو اللہ کے دنوں پر یقین نہیں رکھتے، معاف کردیا کریں، تاکہ اللہ ایسے لوگوں کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے''۔

پھر اسی طرح ایک ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (30)

لیکن جن مشرکوں سے تم نے عہد باندھا پھر انہوں نے تم سے کچھ کم نہ کیا، اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کا عہد ان کی مدت مقرر تک پورا کرو، اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔

یہود قبائل کے ساتھ حسن سلوک:

قرآن نے کافر و مشرک کے ساتھ بھی امن قائم رکھنے کے لئے جو ہدایات دی ہیں نبی اکرم ﷺ نے انہی پر صرف عمل ہی نہ کیا بلکہ دنیا کے لئے ان کو مشعل راہ کے طور پر قائم کیا۔

آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت مدینہ میں تین یہودی قبائل رہائش پذیر تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور قریظہ۔ یہ مدینہ کے اطراف میں آباد تھے، اور مضبوط برج اور قلعے بنا لئے تھے۔ انصار کے جو دو قبیلے تھے، یعنی اوس اور خزرج، ان میں باہم جو اخیر معرکہ ہوا تھا (جنگ بعاث)، اس نے انصار کا زور بالکل توڑ دیا تھا۔ یہود اس مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے کہ انصار باہم کبھی متحد نہ ہونے پائیں۔

ان اسباب کی بناء پر جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو پہلا کام یہ تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات واضح اور منضبط ہو جائیں، آپ نے انصار اور یہود کو بلا کر حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو فریقین نے منظور کیا، یہ معاہدہ ابن ہشام میں پورا مذکور ہے، خلاصہ یہ ہے:

1۔ خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی قائم رہے گا۔

2۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

3۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

4۔ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

5۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

6۔ مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک ہوں گے۔

7۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہو گی۔

اس معاہدہ سے ریاست مدینہ میں بین المذاہب امن وسلامتی قائم کرنے کی بنیاد پڑی جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔

صلح حدیبیہ:

تاریخ عرب میں ایک ایسی صلح ہے جس نے امن قائم کرنے میں ایک تاریخی کردار ادا کیا۔ جب کفار نے آپ ﷺ کو اوران کے ساتھیوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا تو آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا وہ اپنے ایک عزیز (ابن بن سعید) کی حمایت میں مکہ گئے اور آنحضرت ﷺ کا پیغام سنایا۔قریش نے ان کو نظر بند کرلیا۔لیکن عام طور پر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ قتل کردیئے گئے۔ یہ خبر آنحضرت ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا فرض ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے جان نثاری کی بیعت لی۔تمام صحابہؓ نے جن میں زن ومرد دونوں شامل تھے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جان نثاری کا عہد کیا۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے۔اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے۔سورۂ فتح میں اس واقعہ کا اور درخت کا ذکر ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (31)

اللہ مسلمانوں سے راضی تھا جبکہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو اللہ نے جان لیا جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں تھا۔تو اللہ نے ان پر تسلی نازل کی اور عاجلانہ فتح دی۔

لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہ تھی۔

قریش نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا۔ وہ نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو ''خطیب قریش'' (32) کا خطاب دیا تھا۔قریش نے ان سے کہہ دیا صلح صرف اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ، محمد ﷺ اس سال واپس چلے جائیں۔

سہیل آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح کے شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر اتفاق ہوا اور آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر حکم دیا کہ معاہدہ کے الفاظ قلم بند کریں۔حضرت علیؓ نے عنوان پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا۔

عرب کا قدیم طریقہ تھا کہ خطوط کی ابتدا میں ''باسمک اللھم'' لکھتے تھے۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے وہ آشنا نہ تھے،اس بنا پر سہیل بن عمرو نے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے

بجائے وہی قدیمی الفاظ لکھے جائیں۔آنحضرت ﷺ نے تسلیم کیا۔سہیل نے کہا ''اگر ہم آپ کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کیا تھا۔آپ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائیں''۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گو تم تکذیب کرتے ہو لیکن اللہ کی قسم میں اللہ کا پیغمبر ہوں''۔یہ کہہ کر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اچھا خالی میرا نام لکھو،حضرت علیؓ سے زیادہ کون فرمان گزار ہوسکتا تھا لیکن عالم محبت میں ایسے مقام بھی پیش آتے ہیں جہاں فرمانبرداری سے انکار کرنا پڑتا ہے۔حضرت علیؓ نے کہا میں ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا۔آپ نے فرمایا اچھا مجھ کو دکھاؤ، میرا نام کہاں ہے۔حضرت علیؓ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی۔آپ نے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔(33)

شرائط صلح یہ تھیں:

1۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

2۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

3۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔صرف تلوار ساتھ لائیں، وہ بھی نیام میں اور نیام بھی جلبان (تھیلا وغیرہ) میں۔

4۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

5۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔(34)

اس صلح نامہ سے پورے عرب میں امن کی فضا قائم کرنے میں مدد ملی۔اشاعت اسلام کا کام تیز ہوا جس سے ہزاروں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے کیونکہ امن کی فضا اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے انتہائی مفید ہے۔

فتح مکہ:

عالمی تاریخ میں فتح مکہ سے بڑھ کر بڑی فتح اور انسانیت کے لئے امن وسلامتی کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔اس عظیم فتح کے بعد رسول اکرم ﷺ نے عام معافی کا جو اعلان کیا اس سے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے معافی دینے کی بنیاد پڑی جو آج کے جدید دنیا کے لئے بہت ضروری ہے۔

خطبہ فتح مکہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے، ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشرو تھے، وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جن کی تیغ وسنان نے پیکر قدسی ﷺ کے ساتھ گستاخان کی تھیں، وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بھی بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا ''تم کو کچھ معلوم ہے، میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں''۔

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، شقی تھے بے رحم تھے، لیکن مزاج شناس تھے، پکار اٹھے۔

اَخٌ کَرِیمٌ وابن اَخٍ کریم ''تو شریف بھائی ہے، اور شریف برادر زادہ ہے''۔

ارشاد ہوا:

لا تثریب علیکم الیوم ذھبوا فانتم الطلقاء ''تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو''۔

کفار مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا، اب وہ وقت تھا کہ ان کو ان کے حقوق دلائے جاتے، لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی مملوکات سے دست بردار ہو جائیں۔

اسلامی ریاست میں قیام امن کے اقدامات:

فتح مکہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے پورے ملک عرب میں امن وامان قائم کرنے کا عزم کیا اس کے لئے اہم نوعیت کے اقدامات اٹھائے ان کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

عرب میں اس سرے سے اس سرے تک مطلق امن و امان نہ تھا، تمام قبائل باہم دست و گریبان رہتے تھے، یہاں تک کہ محترم مہینوں میں بھی بہانے نکال کر مہینوں کے نام بدل دیتے تھے اور کشت وخون جاری رہتا تھا، تجارت بالکل غیر محفوظ تھی، قافلوں کا لوٹ لینا عام بات تھی۔ جیسا کہ بدقسمتی سے آج بھی بدو قافلوں کو لوٹتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اس لئے بھیجا تھا کہ نہ صرف وعظ و پند بلکہ دست و بازو سے بھی تمام عرب بلکہ تمام دنیا میں امن وامان قائم کریں، کیونکہ خونریزی اور قتل سے زیادہ کوئی چیز اللہ کو ناپسند نہیں۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا م بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ

فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ط (35)

''اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کو لکھ دیا تھا کہ جس شخص نے ایک جان کو بغیر معاوضہ (یا زمین میں فساد) کے قتل کر دیا، اس نے تمام عالم کو قتل کر دیا''۔

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ o (36)

''اور جب وہ پھر کر جاتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا''۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط (37)

''جو لوگ اللہ اور رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کا ایک ہاتھ اور دوسرے طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا جائے یا جلاوطن کر دیے جائیں''۔

رسول اکرم ﷺ کو اپنی دعوت اور عملی اقدامات پر اتنا یقین کامل تھا کہ جب عدیؓ (حاتم طائی کے بیٹے) اسلام لائے تو آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ اس کام کو اس طرح پورا کرے گا کہ ایک شتر سوار صنعاء سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو اللہ کے سوا یا بھیڑیئے کے سوا (کہ اس کی بکریاں نہ اٹھا لے جائے) اور کسی کا ڈر نہ ہوگا''۔ (38) یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں، صحیح بخاری باب علامات النبوۃ میں ہے کہ ''اللہ اس کام کو اس طرح پورا کرے گا کہ ایک عورت حیرہ سے چلے گی اور آ کر کعبہ کی زیارت کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا''۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے حرم تک آتی ہے اور اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔

بہت سے واقعات ہیں جن کو اہل سیر سرایا میں شمار کرتے ہیں۔ وہ اقدامات محض ریاست میں امن قائم کرنے اور آزادانہ قافلوں کی نقل وحمل کے لئے تھے۔ دو تین مثالیں ہم درج کرتے ہیں:

6ھ میں حضرت زیدؓ مال تجارت لے کر شام گئے۔ واپس آتے ہوئے جب وادی قریٰ کے قریب پہنچے تو بنو فزارہ کے لوگوں نے آ کر ان کو مارا پیٹا اور تمام مال واسباب چھین لئے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے تدارک کے لئے تھوڑی سی فوج بھیجی جس نے ان لوگوں کو سزا دی۔ (39)

اسی سال میں اس سے پہلے حضرت دحیہ کلبیؓ جن کو آنحضرت ﷺ نے خط دے کر قیصر کے پاس بھیجا تھا، شام سے واپس آ رہے تھے جب حمسی پہنچے تو ہنید نے چند آدمیوں کے ساتھ ان پر ڈاکہ ڈالا اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب چھین لیا یہاں تک کہ بدن کے کپڑے (وہ بھی جو پرانے اور پھٹے تھے) چھوڑ دیئے آنحضرت ﷺ نے اس کے تدارک کے لئے حضرت زیدؓ کو بھیجا۔(40)

4ھ میں آنحضرت ﷺ کو خبر لگی کہ دومۃ الجندل میں جو مدینہ منورہ سے شام کی جانب پندرہ منزل پر ہے ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا ہے جو تاجروں کو ستاتا ہے۔اس کے تدارک کے لئے آپ خود تشریف لے گئے مجمع منتشر ہو چکا تھا لیکن آپ ﷺ نے چند روز تک وہاں قیام کیا اور انتظام کے لئے تمام اطراف میں فوج کی چھوٹی چھوٹی ٹکریاں بھیج دیں۔(41)

مختلف مہمات جو ملک میں امن وامان قائم کرنے کے لئے کی گئیں:

i۔ سریہ علی ابن ابی طالب، الی بنی سعد، 6ہجری

ii۔ سریہ عکاشہ، 6ہجری

iii۔ سریہ عمرؓ بن خطاب بطرف تربہ، 7ہجری

iv۔ سریہ کعب بن عمیر، ربیع الاول 8ہجری

v۔ سریہ خبط یا سیف البحر، 8ہجری (42)

یہ حالت کچھ مسلمان تاجروں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ صلح حدیبیہ کے بعد کفار قریش کے کاروان تجارت کو بھی اسی طرح حفاظت کی جاتی تھی۔

ارشاد ربانی ہے کہ:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا(43)

''اے محمد! کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں''۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

کان کل نبی یبعث الٰی قومه خاصه و بعثت الٰی کل احمر واسود(44)

''ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام سرخ وسیاہ قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''۔

لہٰذا آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہیں۔آپ ﷺ کی پیش کردہ تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ خود

ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کیا۔ صرف حضرت محمد ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لئے اور قیامت تک کے لئے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل، داعی اور ہمیشہ کے لئے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔(45)

حضرت محمد ﷺ نے صرف مسلم اقوام کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلم اقوام اور اقلیتوں کے لئے مراعات، آزادی اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات اور عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں روا فرمائے کہ جب لوگ مذہبی آزادی و رواداری اور امن و سلامتی سے نا آشنا تھے اور انسانی ذہن ان اصولوں سے خالی تھا۔

ارشاد ربانی ہے کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (46)

''اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا لیکن اس بات کو اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

آپ ﷺ کی ہستی رہتی دنیا تک کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (47)

''البتہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے''۔

آپ ﷺ نے عالم انسانیت کے لئے امن و سلامتی کی وہ آفاقی تعلیم دی جس کی مثال اس سے پہلے تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ انسانیت کے لئے رحمت، محبت، عفو و درگزر، معاشرتی انصاف کے سنہری اصول اور ان کی عملی مثالیں آج کی دنیا میں امن قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ آیئے ہم اسوہ حسنہ کی روشنی میں فساد سے بھری دنیا میں امن کا پیغام عام کریں۔ نفرت کی بجائے محبت، دہشت گردی کی جگہ امن، ظلم و ناانصافی کے مقابلہ میں عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کر کے عالم انسانیت کو امن و سکون کی زندگی نصیب کریں تا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مشن کی تکمیل ہو سکے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ القرآن، الانبیاء:107

2۔ امام حافظ ذھبی، سیر اعلام النبلاء، باب تذکرہ امام حسن

3۔ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، 407/1

4۔ امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب الامداد بالملائکه فی غزوة بدر
نیز ملاحظہ فرمائیں شیخ محمد رضا مصری، محمد رسول اللہ، لاہور، تاج کمپنی ص339، 338

5۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، تفسیر سورۃ الانفال:68-67

6۔ صحیح بخاری، ذکر اسلم وغفار

7۔ صحیح بخاری، باب علامات النبوۃ

8۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان

9۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب الحذر

10۔ طبقات ابن سعد، جز ومغازی، ص65-63

11۔ دیکھو غزوہ سویق وغزوہ غابہ

12۔ صحیح بخاری، باب علامات النبوۃ

13۔ بخاری، ص190

14۔ القرآن، القریش:3,4

15۔ القرآن، العنکبوت:67

16۔ القرآن، البقرہ:83

17۔ القرآن، المائدہ:8

18۔ صحیح بخاری، کتاب الادب (یہ حدیثیں کتاب الادب کے مختلف ابواب میں بیان کی گئی ہیں)

19۔ ایضاً

20۔ ایضاً

21۔ مستدرک حاکم، کتاب البر والصلۃ، ج4، ص159

22۔ یہ حدیثیں صحیح بخاری، جلد دوم، کتاب الادب کے مختلف ابواب میں ہیں

23۔ القرآن، المائدہ:8

24۔ القرآن، حم السجدہ:36-34

25۔ صحیح بخاری، جلد دوم، ص712 وابن جریر جلد 24، ص68، مصر

26۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الاختصار
27۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، ج دوم، ص886
28۔ مستدرک حاکم کتاب المکاتب، حیدرآباد دکن، ج2، ص217
29۔ القرآن، الجاثیہ:14
30۔ القرآن، التوبہ:4
31۔ القرآن، الفتح:18
32۔ زرقانی، ج2، ص223 ''س''
33۔ صحیح بخاری کی اس روایت میں حضرت علیؓ کا نام اوران کی گفتگو مذکور نہیں، یہ تصریح بخاری کی اس روایت میں ہے جو کہ کتاب المغازی باب عمرہ القضاء میں مذکور ہے، صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ منقول ہے۔
34۔ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ، اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور، ج اول، ص264
35۔ القرآن، المائدہ:32
36۔ القرآن، البقرہ:205
37۔ القرآن، المائدہ:33
38۔ صحیح بخاری، باب مالقی النبی ﷺ واصحابه من المشركين بمكة ''س''
39۔ طبقات ابن سعد، جلد غزوات، صفحہ 65
40۔ ایضاً، ص63
41۔ ایضاً، ص44
42۔ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ، ج اول، ص367-370
43۔ القرآن، الاعراف:158
44۔ صحیح مسلم، باب المساجد
45۔ مولانا سید سلیمان ندوی، خطبات مدراس، اظہار سنز لاہور، 1976ء، ص41
46۔ القرآن، سبا:28
47۔ القرآن، الاحزاب:21